ایسا رسول بھیجا جو اُن پر خدا کی آیتیں پڑھتا ہے۔ اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ اور بیشک تھے پہلے اِس سے البتہ کھلی گمراہی میں۔

ایسا ہی اُس شخص کا آنحضرت کی نسبت یہ لکھنا۔ کہ آپ معانی قرآن کے سمجھنے میں غلطی کرتے تھے۔ اِس آیت کا خلاف ہے۔ جس میں ارشاد ہے۔ کہ تمہارا صاحب یعنے (نبی) نہ بھولا ہے۔ اور نہ بہکا۔ وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتا۔ جو کہتا ہے وہ وحی ہوتی ہے۔

ایسا ہی اُسکا مومنوں کے حق میں شفاعت سے انکار کرنا اس آیت سے انکار ہے جسمیں ارشاد ہے کہ کافروں کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دیگی (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومنوں کی شفاعت ہوگی) ایک اور آیت میں خدا تعالیٰ نے کافروں کا مقولہ نقل فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے دن کہیں گے کہ ہمارا کوئی شفیع نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومنوں کے شفیع (نبی) ہوں گے۔ ایک اور آیت میں ارشاد ہوا ہے۔ کہ قیامت کے دن شفاعت کسی کو نفع نہ دیگی بجز اُس شخص کے کہ خدا اُسکے لئے شفاعت کی پروانگی دے۔ اور اس کی بات کو پسند کرے ایک اور آیت میں ارشاد ہے۔ اے رسول خدا تجھ کو اللہ تعالےٰ (شفاعت) عطا کرے گا

هو الّا وحیٌ یّوحیٰ پارہ (۲۷) ابتدا سورہ والنجم۔

ومثل ذلک انکار الشفاعۃ فی حق المومنین زیرا کہ امرے کہ موجب تفضیح وتعییر کفار ثابت گردد ضروری است کہ مختص بآنہا باشد والا تعییر بداں ہیچ معنے نمیدارد۔ ازیں جہت انکار مسطور جحود مضمون آیات ذیل میباشد

قالوا لم نک من المصلین ولم نک نطعم المسکین ٭ وکنّا نخوض مع الخائضین ٭ وکنا نکذب بیوم الدین ٭ حتےٰ اتینا الیقین ٭ فما تنفعهم شفاعۃ الشافعین۔ پارہ (۲۹) سورہ مدثر۔ رکوع (۲)

فما لنا من شافعین ٭ ولا صدیق حمیم ٭ پارہ (۱۹) سورہ شعرآء۔ رکوع (۵)

یومئذ لا تنفع الشفاعۃ الّا من اذن لہ الرحمن ورضی لہ قولاً۔ پارہ (۱۹) طٰہٰ۔ رکوع (۵)

ولسوف یعطیک ربّک فترضیٰ پارہ ۳۰ سورہ والضحیٰ

-122

وکذالک القدح فی عصمۃ الانبیاء صلوٰۃ
اللہ علیہم اجمعین موجب للامر المذکور عند
علماء المذھب کما یشھد علیہ عبارت الذیل
سئل عن ینسب الی الانبیاء الفواحش کعزمھم الی الزنا
ونحوہ الذی یقولہ الحشویۃ فی یوسف علیہ السلام
قال یکفر لانہ شتم لھم واستخفافٌ بھم عالمگیری جلد ۳ صفحہ ۱۴۰
اقول ورایت فی کتاب الخراج لابی یوسف ما نصہ
وایما رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر
باللہ تعالیٰ وبانت امرأتہ منہ۔ فان تاب و
الا قتل وکذالک المرأۃ الا ان ابا حنیفہؒ قال
لا تقتل المرأۃ وتجبر علی الاسلام [illegible] جلد [illegible] صفحہ ۲۹۱
وباقی خرافات مثل انکار قصر در سفر وانکار جمع حقیقی
در عرفات ومزدلفہ وانکار وصول ثواب صدقات
باموات وانکار کرامات اولیاء وانکار سوال منکر و
نکیر وانکار حرمت ریشم وزر بر مردان وغیرہ وغیرہ
کہ جملہ آنہا بروایات صحیحہ وآثار معتبرہ ثابت و
محقق است خلاف طریق اہل سنت وجماعت و
مخالف سبیل ایں گروہ با صلاح وسعادت است کہ
کہ مخالفت شان مورد عتاب بحکم خطاب مستطاب و
من یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ

پس تو خوش ہو جائیگا۔ ایسا ہی اُس شخص کا عصمۃ
انبیاء کو توڑنا موجب کفر ہے۔ فتاوےٰ عالمگیری
میں لکھا ہے۔ کہ جو شخص نبی کیطرف بدکاری کو
منسوب کرے وہ کافر ہے۔ کیونکہ یہ گالی ہے
اور نبی کی توہین۔ اور شامی میں لکھا ہے
کہ امام ابو یوسف کی کتاب الخراج میں لکھا
ہے کہ جو شخص رسول کو گالی دے۔ یا جھوٹا
کہے۔ یا اُن میں کوئی عیب لگاوے یا اُنکی
شان کو گھٹائے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور اُسکی
عورت اس سے جُدا ہو جاتی ہے۔ اگر وہ توبہ
کرے تو بہتر ورنہ احکام اسلام کے حکم سے اور
اُنکی سلطنت میں وہ قتل کیا جائیگا [illegible] ایسا ہی
عورت کی نسبت فتوےٰ ہے۔ مگر امام ابو حنیفہؒ
فرماتے ہیں کہ اُسکو قتل نہ کیا جائے۔ بلکہ اُس کو
اسلام پر مجبور کیا جائے۔ ایسا ہی اسکے باقی
خرافات جیسا سفر میں نماز قصر کرنے سے انکار
اور عرفات ومزدلفہ میں دو نمازوں کو حقیقۃً جمع
کرنے سے انکار۔ مُردوں کو صدقات پہنچنے
سے انکار اور کرامات اولیاء سے انکار اور
سوال منکر نکیر سے انکار اور مَردوں کے لئے سونا
ریشم پہننے کی حرمت سے انکار۔ ایسا ہی اسکا

ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولی
ونصلہ جھنم وساءت مصیرا پارہ (۵)
پس خلاصۂ تقریر ونتیجۂ تحریر آنکہ شخص معہود مستوجب
لقبے از القاب اہل اسلام ومستحق خطابے از خطابہائے
مخصوصہ باہل ایمان نیست ہمچناں اباحت
سلام ورد آں ودیگر امور مختصۂ اہل ایمان در بارہ
آں مفقود ھذا ما عندی فی الباب واللہ
اعلم بالصواب +

اور امور سے انکار جو سب کے سب روایات
صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے۔ برخلاف طریق
اہل سنّت والجماعت اور مخالف طریق مومنین
ہے جس پر اس آیت قرآن میں عتاب وارد
ہے جسکا مطلب یہ ہے۔ جو شخص رسولونکا
خلاف کرے اور اس راہ پر چلے جو مومنوں
کی راہ نہ ہو اُس کو ہم اُدہر ہی پھیرتے ہیں
جدہر وہ پھرتا ہے۔ اس کو ہم دوزخ میں
داخل کرینگے۔ اور وہ بُری پھرنے کی جگہ ہے۔

خلاصہ تحریر یہ ہے کہ وہ شخص مسلمانوں کے القاب وخطابوں سے جو ایمان والوں
کے ساتھ خاص ہیں (جیسے مسلمان مومن اہلسنت وغیرہ) کسی خطاب کا مستحق نہیں ہے۔ اور
اُسکو سلام کہنا یا جواب سلام دینا۔ اور اس سے دیگر امور کا جو اہل ایمان کے ساتھ خاص ہیں
برتاو کرنا نہیں چاہئے۔ یہ میں نے وہ حکم دیا ہے جو میرے خیال میں اسباب میں حق ہے اور
خدا تعالےٰ ٹھیک بات کو بہتر جاننے والا ہے۔

الراقم
غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور

الجواب صحیح
محمد عبداللہ عفا اللہ تعالےٰ عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور

المجیب مصیب
غلام حسن عفی اللہ عنہ ملتانی

الجواب حق

سید علی زینبی امروہوی عفے اللہ تعالے عنہ

اسمیں کس مسلمانکو تردد ہے کہ شخص مذکور کافر ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حاکم ہونا تو قرآن شریف کے صریح لفظوں سے ثابت ہے جیسا اللہ تعالے فرماتا ہے ماکان لمومن ولا مومنۃ اذا قضے اللہ ورسولہ امرا ان تکون لھم الخیرۃ من امرھم حاصل یہ کہ مجیب جواب میں مصیب ہے۔ **ابو زہیر غلام رسول حنفی قاسمی امرتسری عفی عنہ۔**

اس میں شک نہیں کہ شخص مذکور کے بعض اقوال شرک اور کفر ہیں جیسا قدم عرش اور انکار حدیث متواتر۔ اور توہین سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور بعض عقائد اسکے ضلالت اور بدعت ماخوذ از یہود و خوارج ومعتزلہ وروافض ہے۔ جس شخص کے ایسے عقائد اور اقوال ہوں وہ از روے شرع شریف بلاریب کافر ہے۔

عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی عفی اللہ عنہما

جو شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے [illegible] رسول خدا کو حاکم نہ سمجھے تو ابلیس ملعون سے کفر میں کس مسلمان کو شک ہوگا ایسے شیطان کو جنازہ پڑھنا عیادت کرنی امام بنانا کوئی شے درست نہیں لعنۃ اللہ علیہ وعلی اتباعہ وانصارہ واخوانہ وخلانہ تبرھم اللہ تتبیرا وملاء اجوافھم وقبورھم نارا ویرحم اللہ عبدا قال امینا **عبد الحق** غزنوی مباہل مقابل قادیانی +

اسمیں شک نہیں ہے کہ ایسا شخص کافر ہے بلکہ وہ اس لائق ہے کہ اس سے معاملات اور معاشرت میں مرتدین کی مانند سلوک کیا جاوے۔ اللہم اھدہ والا فخذہ اخذ عزیز مقتدر یا ذا البطش الشدید۔

حررہ الراجی الی رحمۃ اللہ الاعلے ابو الحسن غلام مصطفے الحنفی القاسمی عفے عنہ امرتسری

جو خیالات ومقالات سوال میں درج ہیں موجب ضلالت اور تفریق بین الامتہ ہیں سلف صالحین کو دعاء مغفرت سے یاد کرنا حکم ربانی ہے ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان الآیۃ خدا مسلمانوں کو فتنہ وفساد سے محفوظ رکھے۔ **خاکسار ابو الوفاء ثناء اللہ** کفاہ اللہ امرتسری۔

دہلی وغیرہ بلاد کے علماء کا فتوے بھی آیا ہوا ہے۔ مگر اب ان اوراق میں جگہ نہیں ہی وہ آیندہ حصہ کے ساتھ شائع ہوگا

رسالہ نظام وقوف سندیہ پر

ایک سرسری نظر

یہ رسالہ نظام وقوف سندیہ میرے پاس بھی پہنچا تھا - میں نے اس کو غیر مستند بدلیل سمجھ کر اس کی طرف التفات نہ کی - ایسا ہی اور علماء اور قراء وقت نے اس کو لائق توجہ نہ سمجھا ہوگا - اور اسی وجہ سے سکوت اختیار کیا ہوگا - مگر مؤلف رسالہ نے اس سکوت کو رضا و تسلیم سمجھ لیا - اور اس رسالہ کی اشاعت سے تھوڑی مدت کے بعد ایک سو بیاسی (۱۸۲) اشخاص علماء و قراء وغیرہ کی فہرست جس میں خاکسار کا نام بھی درج تھا شائع کر کے یہ خیال ظاہر کیا کہ اِن سب نے رسالہ کو صحیح تسلیم کر لیا ہے - چونکہ اُن کا یہ خیال میرے اعتقاد کے برخلاف تھا لہٰذا میں نے اس امر کا اظہار واجب سمجھا - پھر میں نے قرب وجوار کے علماء سے جن کا اس فہرست میں نام درج پایا تھا اُن کا خیال دریافت کیا تو اُن کو بھی اپنا ہم خیال پایا - ازانجملہ ایک مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی مقیم امرتسر نے تو اس رسالہ سے اپنا خلاف بذریعہ تحریر ظاہر کیا - اور مولوی حافظ عبد المنان صاحب وزیرآبادی نے زبانی خلاف کا اظہار کیا -

ہمارے تین اشخاص کے اظہار خلاف سے ناظرین اہل علم جو علم اصول فقہ میں نظر رکھتے ہیں یقین کریں گے کہ اکثر سکوتی اجماع جنکے بعض اہل مذاہب مدعی ہو جاتے ہیں - ایسے ہی ہوا کرتے ہیں - اور جو امام شافعی نے اور حنفیہ میں سے عیسےٰ بن ابان اور باقلانی نے اجماع سکوتی کو حجت نہیں مانا - اور آمدی اور کرخی نے اُس کو ظنی کہا ہے (کما فے مسلم الثبوت) اسمیں حق بجانب اُن کے ہے -

ذیل میں پہلے اس رسالہ کی نسبت اپنا خیال ظاہر کیا جاتا ہے - پھر تحریر مولوی عبد الجبار کو

- 124

نقل کیا جائے گا - پس بگوش توجہ سُننا چاہیئے - کہ اس رسالہ میں شور وغل تو بہت مچایا گیا ہے - مگر اس امر کی کوئی سند پیش نہیں کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا تمام صحابہ یا اُن میں سے ایک یا تمام ائمہ سلف وائمہ اربعہ یا اُن میں سے ایک یا تمام قراء ازمنہ سابقہ یا اُن میں سے ایک نے تمام قرآن کی آیات کے خاتمہ پر یا جہاں (۵) کی علامت ہے وقف کیا ہے -

اس کا سارا غل غپاڑہ صرف ایک حدیث ام سلمہ پر مبنی ہے جس کا اوّلاً صحیح ہونا اُس نے ثابت نہیں کیا - اور نہ ہی وہ ثابت ہے - ثانیاً اسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل تمام آیات قرآن کی نسبت بیان نہیں ہوا - بلکہ صرف بعض آیات سورہ فاتحہ کی نسبت اُنکا عمل بیان ہوا ہے -

پھر اتنے پر یہ شور وغل کمال تعجب کا محل ہے اور اگر اسپر باقی قرآن کا قیاس کیا ہے تو پھر دعوے توقیف مردود ہے - اور یہ قیاس ایک امر خلاف قیاس پر ہے [illegible] جیسے عرب عرباعربی عبارات پڑھتے ہیں - اسیطرح سے قرآن پڑھا جائے - لہٰذا ہم عربی طریق اور طرز اور ادب کو قرآن کی کسی آیت میں نہیں چھوڑ سکتے - بجز اس آیت یا لفظ آیت کے جس میں صریح نص یا عمل نبوی یا جماعت صحابہ جو اہل لسان تھے - ہم سے طریق عرب کو چھوڑا دی جیسے اوقاف سورہ فاتحہ یا بعض حرکات ورسم خط جو موجودہ طریق عرب کے مخالف ہم کو معلوم ہوئے ہیں - اِن مواضع میں ہم بیشک (بلاتردد) قواعد وطریق عرب کو چھوڑ دینگے باقی تمام محلون میں عرب عربا کے پابند رہیں گے - مؤلف رسالہ اوقافِ مجوزہ سجاوندی کو اس نظر سے کہ اُس کا زمانہ متأخر ہے بدعت قرار دیتا ہے - اور یہ نہیں سوچتا - کہ مؤلف رسالہ کا زمانہ سجاوندی سے بھی متأخر ہے - پھر اُس کا ایجاد جسپر نص شاہد نہیں صرف قیاس ہی قیاس ہے کیوں بدعت نہ ہوگا -

وہ متبعین عرب عرباء کو یہ الزام دیتا ہے کہ وہ منجملہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ ایک صحابی سے بھی سند صحیح یا حسن حسب طریق محدثین کسی جگہ وسط آیت میں وقف ثابت نہ کر سکے یہی الزام اُس پر وارد ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور منجملہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ ایک صحابی سے یا منجملہ آئمہ مہرہ لسان عرب یا ائمہ اربعہ یا قراء ازمنہ سابقہ کسی ایک سے بسند صحیح یا حسن حسب قواعد محدثین۔ بلکہ بسند ضعیف بھی ثابت نہیں کر سکا کہ آنحضرت یا اصحاب یا ائمہ سلف نے تمام قرآن میں ہر ایک آیت کے اخیر پر وقف کیا ہے۔ وہ اپنے مطلوب کے ثبوت پر سو روپیہ انعام کا اشتہار دے چکا ہے۔ میں اپنے مطلوب کے ثبوت پر سو سے زیادہ دینے کا وعدہ واشتہار دیتا ہوں۔

مؤلف رسالہ کی اس جُرأت پر تعجب ہے کہ وہ منکر اوقاف مزعومہ خویش کو منکر قرآن قرار دیتا ہے۔ اور حدیث ارق ورتل سے ناحق لپیٹ کر اپنے مزعوم اوقاف کے مخالف کو درجات جنت سے محروم کرتا ہے۔ اور یہ نہیں سوچتا کہ بحکم ثبت العرش ثم انقش پہلے وہ اپنے مزعوم اوقاف کا ثبوت تو پیش کرے پھر اس دعوے سے زبان کو آلودہ کرے۔

محشی صاحب رسالہ پر اس سے بھی زیادہ تعجب ہے کہ وہ اپنے مزعوم اوقاف کے منکرین (مولوی عبدالعزیز صاحب نائب مفتی اور قاضی ایوب صاحب) کو منافق و لامذہب و تارک تقلید ائمہ اربعہ قرار دیتے ہیں۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ پہلے وہ ان اوقاف مخترعہ چودھویں صدی کا دین و مذہب اسلام یا مذہب ائمہ مجتہدین ہونا تو ثابت کر لیتے اور آب ندیدہ موزہ از پا کشیدہ کو عمل میں نہ لاتے۔ اس رسالہ کے استدلالات بعینہا رسائل مرزا قادیانی اور تفسیر غلام نبی چکڑالوی کے سے استدلالات ہیں۔ میں نے ان استدلالات سے اس تحریر میں اسلئے تعرض نہیں کیا کہ یہ تحریر بحث و تعرض جملہ ادلہ رسالہ کا محل نہیں ہے یہ بحث و تعرض اس وقت رسالہ اشاعۃ السنہ میں ہوگا۔ جبکہ مؤلف رسالہ کا دوسرا بسیط

-125

رسالہ منادی تحقیقات شائع ہوگا۔

مؤلف رسالہ کو مناسب تھا کہ اس بسیط رسالہ کو شائع کرکے یہ مجمل و خلاصہ منظوم موسوم بہ "نظام وقوف سندیہ" مشتہر کرتا اس منظوم رسالہ کو شائع کرنے کے بعد رسالہ منادی کی اشاعت کا وعدہ دینے میں اُس نے بعینہ مرزا قادیانی کی روش اختیار کی ہے۔ جس نے رسالہ فتح الاسلام شائع کرنے کے بعد توضیح المرام اور ازالہ اوہام کی اشاعت کا وعدہ دیکر نکتہ چینوں کو ایک مدت تک منتظر رکھا تھا۔ لہذا مجھے بھی اس تفصیلی بحث کے لئے اس رسالہ کا انتظار کرنا پڑا۔

نقل تحریر مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان دنوں میں ایک رسالہ مسمے بہ "نظام وقوف سندیہ" مؤلفہ مولوی غازی الدین صاحب کا میری نظر سے گذرا [illegible] وقف کرنا چاہیے۔ اُس سے متفق الرائے ہے۔ اس بارہ میں حدیث[1] بھی موجود ہے۔ اور ائمہ قرار سے ابوعمرو بھی اسی کے قائل ہیں۔ اتقان میں ہے قال البیہقی فی الشعب واخرون الافضل الوقف علےٰ رؤس الآیات وان تعلقت بما بعدھا اتباعاً لهدی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وسنتہ۔ لیکن وہ اوقاف جو وسط آیات میں ہیں ان کو بدعت و باطل و خلاف کتاب وسنت و اتفاق صحابہ کرام و ائمہ مذاہب کہنا بہت بیجا اور کمال جرأت ہے۔ مؤلف رسالہ نے یہ تو لکھ دیا کہ آیات کے وسط میں وقف کرنا خلاف کتاب وسنت و صحابہ کرام و قرون خیر سے ثابت نہیں کیا کل جمیع خرچ ایک روایت ابن ابی الہذیل تابعی کے کہ کانوا یکرھون ان یقرءوا بعض الآیۃ ویدعوا بعضھا پیش کیا۔ جس کو اوقاف سے کچھ تعلق نہیں۔ اس

[1] حدیث وہی ہے جو ام سلمہ نے بعض اوقاف سورہ فاتحہ میں مروی ہے جس کی صحت میں کلام ہے اسکے سوا کوئی حدیث دیکھی نہیں جاتی

اثر کا معنے یہ ہے کہ صحابہ کرام آیت کا ایک ٹکڑہ پڑھنا اور باقی کو چھوڑنا مکروہ جانتے تھے۔ مگر یہ کراہت تنزیہی ہے نہ تحریمی۔ اس واسطے بعض اوقات میں آیت کے ٹکڑے پر بھی اکتفا کرتے تھے۔ اب عاجز اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و سلف صالحین وسط آیت میں بھی وقف کرتے تھے۔ امام شوکانی فتح القدیر میں آیت ذیل کے تحت میں کہتے ہیں وَمَا یَعْلَمُ تَأْوِیْلَہٗٓ اِلَّا اللّٰہُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِہٖ۔ فالذی علیہ الاکثر انہ مقطوع عما قبلہ وان الکلام تم عند قولہ اِلَّا اللّٰہُ وھذا قول ابن عمر وابن عباس وعائشۃ وعروۃ بن الزبیر بن عبد العزیز وابی الشعثا وابی نہیک وغیرہم وھو مذہب الکسائی والفراء والاخفش وابی عبید وحکاہ ابن جریر الطبری عن مالک واختارہ وحکاہ الخطابی عن ابن مسعود وابی بن کعب شاید کہ اس جگہ کوئی معترض اعتراض کرے کہ اس عبارت میں وقف کا ذکر نہیں بلکہ قطع کا ذکر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سلف صالحین قطع سے وقف مراد رکھتے تھے۔ اتقان میں ہے الوقف والقطع والسکت عبارات یطلقہا المتقدمون غالبًا مرادًا بہا الوقف۔ حافظ الوحیین شیخ الاسلام ابن تیمیہ جس کے حق میں قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔ بحر محیط بمذاہب سلف ھذہ الامۃ وخلفہا حمویہ میں لکھتے ہیں وقف اکثر السلف علی قولہ تعالیٰ وَمَا یَعْلَمُ تَأْوِیْلَہٗٓ اِلَّا اللّٰہُ وھو وقف صحیح۔ اور بعض سلف وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ پر وقف کرتے ہیں۔ حمویہ میں ہے وھذا التاویل یعلمہ الراسخون فی العلم کما نقل ابن عباس ومجاھد ومحمد بن جعفر بن الزبیر ومحمد بن اسحاق وابن قتیبۃ وغیرہم وکلا القولین حق باعتبار قد بسطنا فی موضع اٰخر وھذا نقل عن ابن عباس ھذا وھذا وکلاھما حق اور اتقان میں ہے لائمۃ القراء مذاہب فی الوقف

والابتداء فنافع کان یراعی محاسنہا بحسب المعنے وابن کثیر وحمزۃ حیث ینقطع النفس وعاصم والکسائی حیث تم الکلام نافع اور ابن کثیر اور عاصم تبع تابعین میں سے ہیں - اور حمزہ اتباع تبع تابعین سے ہے - اور کسائی اُس کا شاگرد ہے - اور ان ایمہ کی قرارت پر پڑہنا باتفاق اہل علم کے جائز ہے - امام بغوی معالم میں لکھتے ہیں فذکرت قراءۃ ھؤلاء للاتفاق علی جواز القراءۃ بہا جبکہ وقف وسط آیات میں صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین اور سلف صالحین سے ثابت ہے - اور قرار سبعہ جوائمہ قرارت کے ہیں - اُن کی قرارت پر پڑھنا بالاتفاق جائز ہے - پس مؤلف رسالہ کے اس قدر تشدد اور مولوی محمد شبیر صاحب کے اسقدر رنج پر جو مولوی ایوب صاحب قاضی - اور مولوی عبد العزیز صاحب پر ظاہر کیا - کمال تعجب ہے - اللھم اھدنا لما اختلف فیہ من الحق باذنک انک تھدی من تشاء الی صراط مستقیم

عبد الجبار بن عبد اللہ الغزنوی عفی اللہ عنہما -

منشی منظور احمد صاکی سوالات متعلقہ زکوٰۃ مندرجہ اخبار وطن لاہور نمبر ۳۴ جلد ۲

کاجواب

یہ سوالات اشاعت سے ایک مدت کے بعد میری نظر سے گذرے - پھر ایک مدت کے بعد مجھے اُن کا جواب لکھنے کے لئے وقت ملا - اِس لئے جواب دیر میں شائع ہوا - منشی صاحب کے مطمح نظر ومحل بحث چار امور ہیں -

امر اوّل - زکوٰۃ کی حقیقت وفلاسفی (علت) کیا ہے - (۲) اس کے مصرف ومستحق کون لوگ ہیں - (۳) اسلامی بیت المال اگر اسکا محصل اور قاسم ہے تو جہاں بیت المال نہو وہاں زکوٰۃ کون لے - (۴) اگر یہ ایک قسم کا سرکاری ٹیکس ہے تو جس مُلک ماتحت غیر اسلامی حکومت میں سرکاری ٹیکس مقدار زکوٰۃ عشر وخراج

سے بڑھ کر لیا جاتا ہو وہاں زکوٰۃ دینے کا کیا حکم ہے۔

منشی صاحب چاہتے ہیں کہ جواب میں تاریخی و سیاسی پہلو پر نظر رکھی جائے۔

الجواب

جواب امر اوّل۔ زکوٰۃ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اس مال کا جو قدر نصاب کو پہنچ جائے صدقہ ہے جس سے مسلمانوں کا جو دعوے اسلام (اطاعت و استسلام) کرتے ہیں۔ اور منہ سے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ (یعنے میں خدا تعالےٰ پر ایمان لایا۔ اور اس کے سب احکام کو میں نے قبول کیا) کہتے ہیں۔ اِس دعوے میں سچا ہونا ظاہر ہو۔

اس دعوے کے مطابق نماز پڑھنا۔ روزہ رکھنا۔ قرآن کی تلاوت و ذکر کرنا۔ تو آسان ہے ؎ اگر الحمد خواہی صد بخوانم ٭ مگر صرف ثواب آخرت کی امید پر مال خرچ کرنا جان دینے سے مشکل ہے ؎ گر جاں می طلبی دراں مضائقہ نیست ٭ گر زر مے طلبی سخن درین است ٭ اِسی وجہ سے ارشاد ہوا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ یعنے تم ہرگز نیکی کو نہ پاؤ گے اور نیکوکار نہ کہلاؤ گے جب تک کہ پیارے مال سے خرچ نہ کرو گے۔ اِس بیان حقیقت زکوٰۃ سے اُسکی فلاسفی بھی ظاہر ہو گئی۔ اور علاوہ بر آں اسمیں یہ بھی حکمت و علت ہے کہ مسلمانوں کے اخوان دین جو محتاج ہیں اور وہ بلا اعانت دوسرے بھائیوں کے آسانی سے زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ ان بھائیوں سے مدد پاویں اور ایک فریق دوسرے سے ہمدردی کرے۔ اسی نظر سے اِس صدقہ کی نسبت ارشاد ہوا ہے تؤخذ من اغنیاءہم و ترد علےٰ فقراءھم۔ ترجمہ۔ زکوٰۃ مسلمان غنیوں سے لیجائے اور اُن کے فقیروں کو دیجائے۔ ان مقاصد کی تکمیل و تعمیل کے لئے یہ امر ضروری ہے۔ اور اُسکا بیان کر دینا واجب ہے۔ کہ مسلمان قدر واجب کو جو کمپلسری (لازمی) کہلاتا ہے ٹھیک حساب سے اپنے مصرف و محل پر صرف کریں۔ اور اگر وہ اپنی

- 127

خواہش کے مطابق جو چاہیں اور جس محل میں چاہیں اوپشنل (اختیاری) طور پر خیرات کرتے رہیں۔ (مثلاً بجائے ایک روپیہ واجبی زکوٰۃ کے ایک ہزار روپیہ کسی ٹاؤن ہال کی تعمیر پر خرچ کردیں) تو وہ اس حکم کی تعمیل کرنے والے اور دعوائے اسلام میں سچے نہ نکلیں گے۔ خواہ اس طور پر وہ تمام جس پر زکوٰۃ واجب ہوچکی ہو صرف کردیں۔

ایسے لوگوں کی نظیر وہ شخص ہے جو اپنے علمی امتحان میں ایک لازمی مضمون کو چھوڑدے۔ اور کسی اختیاری مضمون میں بہت سے نمبر حاصل کرے گا۔ وہ اگزیمنر (ممتحن) سے امید رکھ سکتا ہے کہ وہ اسکو پاس کردے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔

ہاں اگر کوئی متبتّل الی اللہ و مستغنی عمّا سوی اللہ جو کچھ ہاتھ میں آوے راہ مولےٰ میں صرف کرتا ہے۔ اور اس قدر مال جو وجوب زکوٰۃ کا سبب ہو جمع ہی ہونے دے جیسے حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک دفعہ اپنا سارا مال فی سبیل اللہ صرف کردیا تھا یا حضرت ابوذر غفاری نے جن کا مال جمع رکھنے کی نسبت یہ خیال تھا ؎ گر مرد رہے تو عاشق کوڑی نہ رکھے کفن کو وہ تمام عمر کچھ بھی جمع نہ رکھتا تو وہ [illegible] سوائے زکوٰۃ کا مورد نہ ہوگا ؎ کہ سلطاں نخواہد خراج از خراب ✠

جواب امر دوم وسوم۔ بیان حقیقت زکوٰۃ سے یہ امر معلوم ہوچکا ہے کہ مصرف زکوٰۃ فقراء و مساکین ہیں۔ اور بیت المال صرف محصل و قاسم ہے۔ اس امر کی مزید تشریح آیت ذیل میں ہوئی ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ معہ تشریح۔ زکوٰۃ واجبہ کے مصرف بس یہی آٹھ اقسام ہیں۔ (۱) فقراء و مساکین (یہ دونو لفظ بعض کے نزدیک مترادف ہیں۔ بعض فقیر کو مسکین سے پست حالت قرار دیتے

ہیں۔ بہر حال یہ ایک قسم ہوا۔ (۲) اس زکوٰۃ کے کارکن محصل و قاسم (۳) وہ لوگ جو بظاہر مسلمان ہیں۔ مگر دل سے مذبذب ان کو اس لئے صدقات سے حصہ دیا جاتا ہے کہ وہ بحکم الانسان عبید الاحسان اسلام میں پختہ ہو جائیں۔ یہاں اس حکم زکوٰۃ کا ایک سیاسی سر و پولیٹیکل پہلو ظاہر ہوتا ہے۔ (۴) وہ لوگ جو کسی کے غلام ہوں اور وہ مالک کو مقرر مال دیکر اپنا آپ چھوڑانا۔ اور آزاد ہونا چاہتے ہوں۔ وہ مال زکوٰۃ سے لیکر اپنے آپ کو چھوڑائیں۔ (۵) وہ لوگ جو کسی کا مالی تاوان اپنے ذمہ لے چکے ہوں۔ مگر از خود ادا نکر سکتے ہوں (۶) مسلمانوں کو ناحق ستانے والوں اور اُن کے ملک یا مذہب میں بیجا دست اندازی کرنے والوں سے لڑنے اور ڈیفنڈ (مدافعت) کرنے والے جوانمرد غازی (یہاں سے ایک اور سیاسی و پولٹیکل پہلو اس حکم کا معلوم ہوتا ہے) (۸) وہ مسافر جو اپنے گھر میں خواہ ہزاروں کا مالک ہو۔ مگر سفر کی حالت میں [illegible] کچھ قرض لے سکتا ہو یا وہ نقد تو پاس رکھتا ہو۔ مگر اس سے کچھ کھانے کو نہ پاتا۔ اور بزبان حال یہ کہتا ہو ؎ شلجم پختہ بہ زنقرہ خام ۔ اور وہ اس جگہ مال زکوٰۃ ہی کی روٹی یا شلجم پاتا ہو۔ یہ حکم مصارف زکوٰۃ خدا تعالےٰ کی طرف سے مقرر ہو چکا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ جو حکم فرماتا ہے وہ دانائی اور حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

پس جو شخص اللہ تعالےٰ کو اپنا خدا مانتا۔ اور اُس کی کلام کو کلام خدا جانتا ہو وہ بے چون و چرا اس کے جملہ احکام کو مان لے۔ گو بعض احکام کے اسرار کو اپنی نارسائی فکر سے نہ پہنچے ؎ بد رو وصاف ترا نیست حکم دم درکش ۔ کہ ہر چہ ساقی ما ریخت عین الطاف است ۔ اسلام و ایمان کی یہ شان نہیں ہے کہ جس حکم اسلام کی حکمت سمجھ میں نہ آئی اس سے کنارہ کشی اختیار کیجائے۔

ان اصناف ثمانیہ سے چونکہ اکثر قسم اول کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اس لئے

128

حدیث منقولہ سابق تؤخذ من اغنیائھم وترد علی فقرائھم میں صرف مساکین وفقراء کا ذکر ہوا ہے۔ اور باقی اصناف سے سکوت جس سے مقصود حصر نہیں صرف تمثیل ہے۔

اس تشریح سے صاف اور صریح اجازت پائی جاتی ہے کہ جہاں بیت المال نہو وہاں ان مصارف زکوٰۃ سے جس مصرف پر مسلمان چاہیں زکوٰۃ صرف کریں۔ بلکہ بیت المال کے ہوتے بھی اگر وہ کسی مصرف مقررہ میں زکوٰۃ خرچ کر دیں گے تو عند اللہ ماخوذ نہ ہونگے بلکہ ماجور ہونگے۔ اور گو وہ حاکم وقت کے محاسبہ واحتساب کے محل ہوں گے۔ مگر آخر حساب بتا دینے اور جواب کافی دیدینے سے وہ بری ہو جائینگے۔ اور جو شخص حساب وجواب میں پورا نہ نکلیگا وہی دار و گیر حکّام کا محل ہوگا۔ اسپر تاریخ اسلام شاہد ہے اور واقعات صدر اوّل ناطق۔

(۱) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حضرت خالد نے اپنے طور پر مال صرف کر دیا صدقہ وصول کی شکایت پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو معذور رکھا۔ اور بری کیا۔ اور کارکنوں کو کہا انکم تظلمون خالداً یعنے تم خالد پر ظلم کرتے ہو۔

(۲) ایک اور شخص نے ایک شب لاعلمی سے ایک چور کو صدقہ دیا۔ ایک اور شب میں زانیہ کو دیدیا۔ ایک اور رات غنی کے ہاتھ میں رکھ دیا تو وہ بھی ماجور قرار دیا گیا۔

(۳) بعض خواتین صحابہ (غالباً زوجہ ابن مسعود رض) نے اپنے شوہر اور اسکی اولاد کو مال زکوٰۃ دینا چاہا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو جائز رکھا۔

(۴) ایک شخص ابن جمیل نامی نے محصل زکوٰۃ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو ناشکر ومجرم قرار دیا۔

(۵) بعض اقوام نے خلافت صدیقی میں خلیفہ وقت کو زکوٰۃ دینا چھوڑ دیا۔ تو خلیفہ وقت حضرت ابو بکر صدیق رض نے اُن پر لشکر کشی کی۔ اور یہ بات فرمائی:-

واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ - وقال واللہ لومنعونی عقالا اوعناقا کانوا یؤدونہا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتہم علی منعہا ++

بخدا میں اس سے لڑونگا جو نماز و زکوٰۃ میں فرق کریگا - اور آپنے فرمایا بخدا اگر وہ مجھے ایک بکری یا بھیڑ کا بچہ یا ایک رسی دینی سے انکار کریں گے تو اسپر بھی میں اُن سے لڑونگا -

میں اسوقت سفر میں ہوں میرے پاس بجز قرآن مجید کوئی کتاب حدیث یا تواریخ نہیں اس لئے اصلی عبارات و روایات نقل نہیں کرسکا - اور نہ زیادہ بحث تاریخی کا پارٹ (حصہ) لیا -

جواب امر چہارم - بے شک زکوٰۃ اسلامی انکم ٹکس ہے اسی واسطے فقیروں مسکینوں سے نہیں لیا جاتا - مگر اس ٹکیس کے مصرف وہی آٹھ اصناف ہیں - جن کا سابقاً ذکر ہوا - لہذا غیر اسلامی حکومت کے وصول کردہ ٹکیس اس کے قایم مقام نہیں ہو سکتے - اسلامی حکومت تو ایک طرف رہی کوئی عام مسلمان اس ٹیکس کو وصول کرکے کسی اور مصرف میں بجز اصناف ثمانیہ صرف کرنا چاہے - مثلاً ٹون ہال میں لگادے یا میونسپل کمیٹی کی روشنی و صفائی میں صرف کردے - اور اس بات کے علم کے ساتھ اور اپنی رضا و اختیار سے زکوٰۃ دینے والوں نے زکوٰۃ دی ہو تو اس صورت میں بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی - بلکہ اُن کے ذمہ رہے گی -

میں سر دست ان جوابات کو کافی سمجھتا ہوں - سائل کو ان جوابات میں کہیں جائے سوال و کلام ہو تو وہ پیش کریں - دوبارہ قلم اٹھایا جائیگا - انشاء اللہ تعالیٰ ؛

منشی منظور احمد صاحب اور عامہ ناظرین سے التماس

منشی صاحب اس باب میں آیندہ کچھ کہنا سُننا چاہیں تو بلا واسطہ اخبار وطن

خاکسار سے خط وکتابت کریں۔

اِن سوالات کے جوابات کسی اور صاحب نے کسی اخبار میں شائع کئے ہوں تو وہ بھی خاکسار سے خط وکتابت کریں۔ اور دوسرے اصحاب مجھے ان جوابات سے اطلاع دیں۔

کوئی صاحب کسی اخبار میں میرے جوابات کے متعلق کچھ لکھیں یا لکھوائیں تو وہ پرچہ اخبار خاکسار کے پاس بھیجدیں۔ اور صاحبِ اخبار سے وعدہ لے لیں کہ وہ جواب الجواب کو جو میری طرف سے نکلے نیز اس اخبار میں شائع کردیں۔

یہ مضمون اخبار "وطن" میں بھیجا گیا تھا۔ اُس نے وعدہ اشاعت کے ساتھ کئی دن رکھ کر اُس کو واپس کر دیا۔ اور اسلامی خیر خواہی اپنے فرض منصبی ہمعصری۔ ہم وطنی۔ کسی امر کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ (ابو سعید محمد حسین از چک نمبر ۱۲۳ ایر گوگیرہ براینچ۔ نہر چناب)

گھوڑوں کی لاٹری کی نسبت سوال و جواب

یہ وہ لاٹری ہے جسکا ذکر سرورق کے صفحہ (ب) میں ہوا ہے۔ اس کی نسبت بعض علماء نے جو فتوے دیا ہے وہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:-

حامدًا ومصلیًا

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین کثرہم اللہ تعالےٰ اِس صورت میں کہ انگلستان کے چند تاجر بلکہ اپنی دُوکان کی گھڑیاں اسطرح فروخت کرتے ہیں کہ جو شخص اُن کی گھڑی کا خریدار بننا چاہے اس کو اوّل اُن کی دُکان کا ایک ٹکٹ مبلغ تین روپیہ پر خریدنا پڑتا ہے۔ پھر وہ اس ٹکٹ پر اپنا نام ونشان لکھکر اُن تاجروں کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ اس پر وہ تاجر

ایسے ہی اور چار ٹکٹ اس کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ پس[1] وہ شخص ان ٹکٹوں کو تین تین روپیہ
پر اَور چار اشخاص کے پاس بیچ دیتا ہے۔ اور ان بارہ روپیوں میں سے تین روپے جو اپنے دیئے ہو
وضع کر کے مبلغ نو روپے اُن تاجروں کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ تب وہ تاجر ایک گھڑی جو
قیمت[2] میں تقریباً تیس روپیہ کی ہوتی ہے اس کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ اور پہلے خریدار نے
جن لوگوں کے پاس ٹکٹ فروخت کئے ہیں اُن میں سے ہر ایک کو اپنے خرید کردہ ٹکٹ
پر اپنا نام و نشان لکھ کر ان تاجروں کے پاس بھیجدینا ہوتا ہے۔ جس کے بعد ان تاجروں
کی طرف سے ہر ایک کے پاس ایک ایک ٹکٹ کے عوض چار چار ٹکٹ پہنچتے ہیں۔
کہ جن کو بصورت مذکورہ بالا فروخت کرنے اور اُن کی قیمت پہنچانے کے بعد ہر ایک
ایک گھڑی کا مستحق ہوتا ہے۔ پھر اُن سے ٹکٹ خریدنے والوں کی نوبت آجاتی ہے
وھلم جرا۔ آیا یہ سودا از روئے شرع محمدی جائز ہے یا نہیں بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ صورت مذکورہ میں
ٹکٹوں کا خریدنا مقصود بالذات نہیں۔ بلکہ ٹکٹ تو محض گھڑی کے خریداروں کا
ایک نشان ہیں۔ اگر ٹکٹوں کا واسطہ درمیان سے ساقط کیا جائے تو اُس کی صورت
یہی بنے گی۔ کہ پہلا خریدار تین روپے ادا کر کے گھڑی کے خریداروں میں شامل ہو گیا

[1] اگر وہ خریدار اُن چار ٹکٹوں کو فروخت نہ کر سکے تو مبلغ لعہ اپنے پاس سے بھیجکر
گھڑی حاصل کر سکتا ہے۔ مگر جاننا چاہئے کہ یہ صورت بھی اس سودے کو حد
جواز میں داخل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اِس پر مضمون بیعتین فی بیعۃ
بالکل صادق آتا ہے۔ ابوالمظفر +

[2] بعد میں معلوم ہوا کہ یہ قیمت درست نہیں۔ اب وہ گھڑی [illegible]
صرف [illegible] پر فروخت نہیں ہو سکتی۔ ابوالمظفر +

لیکن اُسکو گھڑی حاصل ہونے کی یہ شرط ہے کہ وہ چار خریدار اور پیدا کرے - اور یہ ایسی شرط ہے جس کے ساتھ بیع فاسد[1] ہو جائیگی - اور بیع فاسد کا ارتکاب معصیت اور اُسکا فسخ کرنا واجب ہے - خاصکر بیع فاسد بالشرط تو حکم ربوا میں داخل ہے - اگرچہ بعد القبض ملک خبیث حاصل ہو جاتا ہے - اور وہ تین روپے جو کہ اپنے فروخت کردہ ٹکٹوں کی قیمت سے وضع کرکے اپنے پاس رکھ لیتا ہے دو حال سے خالی نہیں - یا تو ان کو اُسکا حق السعی قرار دیا جائیگا - یا گھڑی اور ان تین روپیوں کو ملا کر اسکے ادا کردہ تین روپیوں کا بدل ماننا پڑے گا - پس پہلی صورت میں اس کو ان روپیوں نکالینا حلال[2] ہوگا اور دوسری صورت میں تو ربٰو ائے صریح ہے - پس مسلمانوں کو چاہئے کہ تھوڑے سے دنیوی فائدے کی امید پر اپنے آپ کو گرداب معصیت میں نہ ڈالیں وما علینا الا البلاغ

کتبہ العبد الضعیف

ابو المظفر احمد حسن السیکوالی

الجواب صحیح

بندہ رشید احمد گنگوہی

اقول و باللہ التوفیق

صورت مستفسرہ میں عقد بیع شرعاً درست نہیں اوّلاً اس لئے کہ حقیقت بیع مبادلۃ المال بالمال بتراضی الطرفین ہے جس کی تکمیل اس وقت متحقق سمجھی جاتی ہے جبکہ تقابض واقع ہو جائے - مگر صورت مبتنیہ بالا میں ایک جزو ثمن کا یعنے تین روپیہ یا کم و بیش پہلے ادا کیا جاتا ہے - اور بقیہ دیگر اشخاص سے وصول کرکے بعد وضع مبلغ تین روپیہ ارسال کیا جاتا ہے - لیکن یہ وصول شدہ روپیہ مشار الیہم

[1] اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا ہے - ابو المظفر

[2] حلال تب ہو جبکہ وہ کسی جائز امر میں سعی کرتا اور حق السعی لیتا وہ تو امر ناجائز میں سعی کرتا ہے اور اسی کی اجرت لیتا ہے لہذا وہ اجرت حلال نہیں ہے - اس کی مزید تفصیل خاکسار کی تحریر میں دیکھو جو فتوے کی تائید میں

جو صفحہ ۲۴۹ ہے -

بدستور سابق نئے اشخاص سے وصول کرتے ہیں "وھلم جرا" گویا سلسلہ بیع لا متناہی طور پر جاری رہتا ہے۔ اس لئے گو بظاہر پہلا شخص گھڑی حاصل کر کے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ مگر آیندہ سلسلہ کا جاری رہنا اُسی کے عقد کا جزو ہے۔ اِس لئے یہہ خیال درست نہیں ہوگا۔ کہ پہلی بیع کا انعقاد اور اس کی تکمیل کما ینبغی وقوع میں آگئی۔ کیونکہ تقابض کے مفہوم میں آیندہ ہر ایک قسم کے امر متعلقہ عقد بیع کا قطع و فصل داخل ہے۔ جو صورت مستفسرہ میں متصور نہیں ہو سکتا پس جب پہلی بیع کی تکمیل نہیں ہوئی تو آیندہ بیوع کا اس پر مترتب ہونا از قسم "بنار الفاسد علی الفاسد" ہے۔

ثانیاً۔ از روئے حدیث ابن عمر بلفظ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال "لا یحل سلف ولا بیع ولا شرطان فی بیع الخ" ہر ایک قسم کی شرط جو مفہوم بیع اور اس کی تکمیل سے خارج ہو منہی عنہ ہے۔ قال فی اللمعات والتقیید بشرطین وقع اتفاقاً وعادتاً وبالشرط الواحد ایضاً لا نہ یجوز لانہ قد ورد النہی عن بیع و شرط چونکہ علتِ عدمِ حلت بیع مشروط یہ ہے کہ شرط بسا اوقات مفضی الی الغرر والجہالت ہوتی ہے۔ جو منجر الی التنازع ہو کر حکمت شریعت کو باطل کرتی ہے۔ اِس لئے صورت مبینہ بالا میں حکم بفساد بیع معلل بعلت مذکورہ ہوگا۔ کیونکہ پہلے شخص نے جن لوگوں کے پاس ٹکٹ بیچے ہیں اُنہیں فرداً فرداً ہرگز اس امر کا وثوق نہیں ہو سکتا کہ وہ یقیناً اپنے ٹکٹوں کے بیچنے میں کامیاب ہوں گے۔ بلکہ غالباً یہ احتمال قوی طور پر قایم ہو سکتا ہے کہ ٹکٹ نہ بکیں وھذا نوع من الغرر فی حقہم معہذا ٹکٹ نہ بکنے کی صورت میں ان کے حق میں ایک گونہ اضرار بھی سمجھا جائیگا۔ وھذا اخلاف ماتقتضیہ القواعد الشرعیۃ اور بعض فتاوے ہندیہ میں یوں لکھا ہے کہ شروط واقع در عقد مقتضی فساد نیست۔ یکے باطل فی نفسہا است و ذکرش ہمچو عدم است یا صحیح معمول بہا است مگر آنکہ چیزے ازاں

مقتضی وقوع در غرر محصل ترود و عدم علم بحقیقت باشد کہ نزد ایں حال تراضی کہ مناط معاملات شرعیہ است متحقق نے شود و عدم صحت نہ بمجرد شرط است۔ بلکہ بنا بر اقتضائے وقوع در بیع غرر منہی عنہ چونکہ صورت مستفسرہ میں غرر واقع ہونے کا پورا پورا احتمال ہے۔ لہذا بیع مذکور شرعاً ہرگز جائز نہیں ہو سکتی۔ یہ احتمال پہلے خریدار کے حق میں بھی بدستور قائم ہے۔

ثالثاً۔ حدیث ابوہریرہ میں واقع ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "من باع بیعتین فی بیعۃ فلہ اوکسھما او الربا" اور روایت ابن مسعود میں بھی بلفظ نہی عن صفقتین فی صفقۃ وارد ہے۔ قیل فی تفسیرہ ھو الرجل یبیع البیع فیقول ھو بنسیۃ کذا وبنقد کذا۔ اور فتاوے ہندیہ میں لکھا ہے۔ کہ معنے دو بیعہ در یک بیعہ و دو صفقہ در یک صفقہ ہماں دو شرط در یک بیع است کما تقدم اسلئے صورت مستفسرہ یا تو حسب نہی منہی عنہ ہے۔ یا اس وجہ سے کہ ایک صفقہ میں نہ صرف دو بلکہ لاتناہی صفقات لازم آتے ہیں۔ کیونکہ پہلا شخص ایک گھڑی کے لئے ٹکٹ حاصل کرتا ہے جس کے اثناء [illegible] دوسرا اور تیسرا وغیرہ اشخاص بھی [illegible] علیحدہ علیحدہ عقد بیع کرتے ہیں۔ گویا پہلے عقد کے ارکان میں دوسرے اشخاص کے ارکان عقود بھی حکماً داخل ہیں۔ کیونکہ معاملہ دو حال سے خالی نہیں یا تو پہلا شخص خریداران ٹکٹ کی پہلی تلاش کریگا۔ اور پھر ٹکٹ حاصل کریگا۔ یا ٹکٹ حاصل کرنے کے بعد ان کی تلاش کرے گا۔ صورت اول میں صفقتان فی صفقۃ واحدۃ لازم آئے گا۔ اور صورت ثانی میں غرر جو منہی عنہ ہے۔ کیونکہ حسب بیان بالا اس کا تلاش خریداران ٹکٹ میں کامیاب ہونا امر لازم نہیں۔

رابعاً۔ دیگر اشخاص جو پہلے شخص سے ٹکٹ خریدتے ہیں عقد بالجر غرر یا بواسطہ بائع سے کرتے ہیں بعد ازاں بقیہ معاملہ بلاواسطہ بذات خود کرتے ہیں ایسی صورت میں یہ لازم آئیگا کہ پورا عقد بیع بلاواسطہ بائع و مشتری میں واقع نہیں ہوا۔ اسلئے قطع نظر اس امر کے کہ تراضی طرفین جو مناط صحت عقد ہے متیقن نہیں منجر الی الغرر ہے۔

خامسًا۔ صورت مبتنیہ میں لازم آتا ہے کہ مفہوم مبادلہ المال بالمال صادق نہ آئے۔ کیونکہ درحقیقت کسی مشتری کو بھی ایک کوڑی دینی لازم نہیں آتی۔ جبکہ پہلا شخص اپنے تین روپیہ فرستادہ وضع کرکے بقیہ ارسال کردیتا ہے تو گو بائع کو پوری قیمت گھڑی کی ملجاتی ہے۔ مگر مشتری کی گرہ سے کچھ بھی نہیں نکلتا اسلئے مبادلہ المال بالمال کا مفہوم بالکل مفقود ہے۔ اسی طرح دیگر اشخاص کی گرہ سے بھی کچھ نہیں نکلتا۔ بلکہ یہ تو ایک گونہ اپنا بوجھ دوسرے کے سر ڈالنا ہے۔ جو آخر کار کسی ایک کو بلا معاوضہ اٹھانا پڑیگا۔ وھذا اضرار فاحش۔

سادسًا۔ وجوہ مذکورہ بالا صورت مبتنیہ کو منہی عنہ قرار دینے کے لئے کافی ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحلال بیّن والحرام بیّن وبینہما مشتبہات والمؤمنون وقافون عند الشبہات یہی وجہ ہے کہ اہل اصول لکھتے ہیں کہ مشتبہات سے اجتناب اولٰی ہے۔ بالخصوص علماء کو کیونکہ علماء کے حلال کمانے میں عامۂ ناس مشتبہات تک محدود رہتے ہیں۔ اور اگر علماء مشتبہات میں پڑ جائیں تو عامۂ ناس حرام اور علماء کے حرام کی صورت میں عامۂ ناس حرام کو حلال سمجھ کر کافر ہو جاتے ہیں۔ ھذا ما عندی والعلم عند اللہ

کتبہ العبد المفتقر

اصغر علی الروحی ؎

میری سمجھ میں بھی یہ بیع نہیں کوئی عقد جائز نہیں۔ میں اس فتوے کو دیکھنے سے پہلے اس معاملہ کے متعلق ایک اجمالی نوٹ (یادداشت) سرورق کے دوسرے صفحہ میں شائع کرچکا ہوں۔ یہاں ایک بات کہنا ضروری ہے کہ جواب سوال کے پہلے جواب میں مشتری کو ایک حال میں اجیر ٹھہرا کر تین روپیہ کو جو وہ واپس لیتا ہے حق السعی قرار دیکر حلال کہا گیا ہے۔ یہ غلطی ہے جس حالت میں اس جواب اول میں اور دوسرے دو جوابوں میں ... اس بیع کو ناجائز قرار دیا گیا ہے اور اسی فعل ناجائز (بیع) میں وہ اجیر بنایا گیا ہے تو پھر اس ناجائز امر کی اجرت یا حق السعی اسکو کیونکر حلال ہو سکتی ہے۔ **عفقہ** ابوسعید محمد حسین عفا اللہ عنہ

- 132

تفسیر القرآن کا اشتہار

(تیسری بار)

یہ اشتہار دو دفعہ اس سے پہلے شائع ہوا تو بہت سی درخواستیں خریداری تفسیر کی بابت وصول ہوئیں - مگر خاکسار ایک اور کام میں (جسکا ذکر اس جلد کے صفحہ ۹۴ میں ہوا ہے) رُک گیا - اور تفسیر کیا معمولی رسالہ بھی بند ہوگیا تو اس سے شائقین کو مایوسی ہوئی اور ان کا شوق دب گیا - اب خدا کے فضل سے رسالہ پھر جاری ہوا ہے تو اُن کے شوق کو تازہ کرنیکے لئے سہ بارہ اشتہار جاری کرنا ضروری معلوم ہوا -

ہر چند اس زمانہ تک تفسیریں بہت لکھی جا چکی ہیں اور اب بھی لکھی جا رہی ہیں - مگر ہر شخص کا مذاق و طرز تحقیق جدا گانہ ہوتا ہے - اور ایک قسم کا مذاق و طرز تحقیق دوسرے سے مستغنی نہیں کرتا - ہماری تفسیر میں امور ذیل کا لحاظ ہوگا جسکا مجموعہ کسی پہلی تفسیر میں نہیں دیکھا گیا

اوّل تفسیر بالماثور یعنی جن آیات قرآن کی آنحضرت و صحابؓ تابعین سے تفسیر منقول ہے انکی تفسیر میں انکے اقوال کو پیش کرنا

دوم - تطبیق منقول بالمعقول - یعنی جہانتک ممکن ہو تفسیر ماثور کا عقل اور علوم جدیدہ سے توافق ظاہر کرنا نہ اسطور پر کہ منقول تابع [illegible] تابع ہو -

سوم - پہلے مفسرین کی تفریط کا جبر نقصان یعنے جن مفسرین نے صحیح مرویات کو چھوڑ کر غیر صحیح روایتوں سے قرآن کی تفسیر کرکے اسلام کو نقصان پہنچایا ہے - انکی نقصان سے اسلام کو بچانا اور ان غیر صحیح روایات کا ضعف ظاہر کرنا -

چہارم - نئی روشنی والے مفسرین کی افراط کا بیان اُنکا ابطال یعنے جو اسوقت کے مدعیان تہذیب اخلاق ایمان اسلام قرآن کو فلسفہ یورپ کے تابع کر رہے ہیں - ان کی فعل و تصرف کو بیان کرکے اسکا بطلان ظاہر کرنا -

پنجم تعلیمات و بیانات قرآن کا تعلیمات و بیانات موجودہ توریت و انجیل سے مقابلہ و موازنہ کرنا پھر جہاں تخالف ہو وہاں تعلیم و بیان قرآن کو ترجیح دینا اور جہاں توافق ہو وہاں اس امر کا ثبوت بہم پہنچانا کہ اس توافق میں قرآن ان کتابوں کا اُستاد ہے شاگرد نہیں ہے انکی تصدیق میں محقق ہے مقلد نہیں ہے -

ششم قرآنی تعلیمات و احکام و اعتقادات کے عقلی اسرار بیان کرنا جس سے ثابت ہوا کہ قرآن کی تعلیمات معجزہ ہیں اور وہ تعلیمات قرآن کی منجانب اللہ ہونے پر دلیل ہیں -

ہفتم۔ قرآن کے احکام عملیہ فقہیہ و مسائل اعتقادیہ کا سنت کے مطابق بیان اور اُسکے ساتھ مختصر بیان مذاہب مجتہدین اعیان۔

اُن امور ہفتگانہ کی مجموعی ہیئت و حیثیت کی نظر سے یہ تفسیر انشاء اللہ تعالےٰ اپنی نظیر آپ ہی ہوگی۔ کیونکہ اس سے پہلے کوئی تفسیر جو اس مجموعہ امور کی متضمن و ملتزم ہو دیکھی نہیں جاتی۔

اُن امور ہفتگانہ کے علاوہ قرآن کریم کی عربیت و فصاحت و بلاغت وغیرہ اوصاف اور اُنکے متعلق علوم کا بیان بھی ہوگا۔ مگر نہ ہر جگہ اور ہر ایک آیت کی تفسیر میں۔ بلکہ موقعہ ضرورت و محل اختلاف میں۔

اِس مبارک کام کے متعلق اخوان دین و انصار و اعوان سنت سید المرسلین سے یہ مشورہ لیا جاتا ہے کہ اِس مضمون تفسیر القرآن کو ہم معمولی رسالہ اشاعۃ السنۃ کے کسی حصہ میں درج کریں یا اُسکے واسطے رسالہ سے علیحدہ ماہوار اوراق تجویز کریں۔ بصورت تجویز علیحدگی اس تفسیر کے خواہاں و خریداران کون کون احباب ہیں؟ کافی تعداد کی درخواستیں آگئیں تو تفسیر رسالہ سے علیحدہ شائع ہوگی ورنہ رسالہ ہی کے نصف یا کسی اور حصہ میں اُسکی اشاعت ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ قیمت کا تصفیہ خریداران کی کثرت و قلت پر موقوف ہے جسقدر خریداران کی کثرت ہوگی اسیقدر قیمت میں تخفیف ہوگی انشاء اللہ تعالےٰ۔

اور خاصکر علماء وقت سے یہ مشورہ لیا جاتا ہے کہ اِس تفسیر کی نسبت وہ اپنی رائے ظاہر کریں اُنکے نزدیک ایسی تفسیر کی ضرورت ہے یا نہیں اور ہے تو کیا یہ ضرورت کسی تفسیر نے پوری کر دی ہے یا نہیں۔ اگر کر دی ہے تو جو صاحب اس امر کے مدعی ہوں وہ مجھ کو اُس تفسیر کا نام بتاویں تا کہ میں اپنے ارادہ کو ملتوی کروں اور تحصیل حاصل کی تکلیف نہ اٹھاؤں اور اگر کسی تفسیر نے یہ ضرورت پوری نہیں کی تو حضرات علماء اور دیگر اشخاص ناظرین کتب عہد قدیم و جدید و نوجوانان انگریزی خوان صاحب حمیت اسلام و ایمان اس تفسیر کے لکھنے میں خاکسار کو مدد دیں۔

حضرات علماء قدیم تفاسیر قیمتاً خواہ عاریتاً بہم پہنچائیں۔ اور مضامین سے مدد دیں۔ ناظرین عہد قدیم و جدید تورات و انجیل کے احکام جو احکام قرآن سے موازنہ کے لائق ہیں ان کتابوں سے نکالکر پیش کریں۔ انگریزی خوان نوجوان سائنس وغیرہ کے وہ مسائل جن کو مخالف قرآن سمجھا جاتا ہے انتخاب کرکے پیش کریں۔ یہ سبھی کام ایک شخص کے ذمہ رہیں گے تو اُسکو بہت سی مشکلات پیش آئینگی اور اگر جماعت ملکر یہ کام کریگی تو آسانی ہوگی واللہ الموفق للتحقیق والسداد +

کیا چکڑالویت۔ مرزائیت اور نیچریت وغیرہ مذہب اہل حدیث کی شاخیں ہیں؟

پنجاب و ہندوستان میں نئے فرقے۔ نیچری۔ مرزائی۔ چکڑالوی۔ پیدا ہوئے۔ تو قدیم فرقہ اہلحدیث[1]

[1] اہل حدیث۔ اہل سنت والجماعت کا ایک قدیم فرقہ ہے جیسے حنفی شافعی وغیرہ مذاہب اربعہ ان مذاہب کی پرانی کتابوں میں اس فرقہ کا ذکر موجود ہے۔ پہلی اور دوسری صدی میں تو یہ اہل ظواہر کہلاتے تھے۔ تیسری صدی میں اہل حدیث کے نام سے

سے حریفوں نے بیچارہ اہل حدیث کو الزام دینا شروع کیا۔ اور کہا ؎ اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست
وہ کہتے ہیں نیچری مذہب نکلا تو اس مذہب کو انہی لوگوں نے قبول کیا جو اہل حدیث کہلاتے ہیں۔ اور
بانی مذہب سرسید خود بھی اہل حدیث کہلاتا تھا۔

قادیان میں مرزا پیدا ہوا تو اس کو بھی اہلحدیث کے مولوی حکیم نورالدین بھیردی جمونی۔ اور
مولوی احسن امروہی بھوپالی نے ویلکم یا لبیک کہا۔

چکڑالوی مذہب نے مسجد چینیاں والی لاہور میں جو اہل حدیث کی مسجد ہے جنم لیا ہے۔ اور حیٹو و
محکم الدین وغیرہ کے (جو اہلحدیث کہلاتے تھے) گود میں نشو و نما پایا۔ اور یہی مسجد بانی مذہب چکڑالوی کا
ہیڈ کوارٹر بنایا گیا۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ مذاہب مذہب اہل حدیث کی شاخیں ہیں۔

اس الزام اور سوال مندرجہ عنوان کے جواب میں ہم بڑے دعوے اور بہت زور سے
کہتے ہیں کہ یہ مذاہب باطلہ مذہب اہل حدیث کی شاخیں ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ یہ
کچھ تو پرانے مبتدعین۔ معتزلہ۔ خوارج وغیرہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اور کچھ یورپ کے ملاحدہ
سے [illegible] گئے ہیں۔ اور [illegible] لوگوں [illegible] کیا ہے۔ ان
میں درحقیقت ایک شخص بھی اہل حدیث نہ تھا۔ اگر کسی کو اہل حدیث ہونے کا دعوے تھا۔ تو
صرف زبانی یا برائے نام تھا۔ جو آخر چھوڑ گیا۔ اور اب چھوڑتا جا رہا ہے۔

مذہب اہل حدیث ایک اثری اور سلفی مذہب ہے جس کا اصل اصول پیروی و اتباع
اخبار سید المرسلین و آثار سلف صالحین ہے۔ پھر اس کو ایسے مذاہب جن کا اصل اصول
صرف رائے اور عقلی ڈھکوسلے ہیں کیا تعلق ہو سکتا ہے۔

سرسید کا مذہب اسلامی دنیا کو معلوم ہے کہ عقلی تاویلات۔ اور ملاحدہ یورپ
کے خیالات تھے۔ چند روز انہوں نے اہل حدیث کہلایا۔ تو صرف اس مجبوری اور مصلحت
کی وجہ سے کہلایا تھا۔ کہ ڈاکٹر ہنٹر جیسے متعصب و بیخبر انگریزوں نے اہل حدیث ہندوستان
کو وہابی ٹھہرا کر گورنمنٹ کا باغی قرار دیا تھا۔ سرسید نے قومی حمیت کے جوش میں آکر

ڈاکٹر ہنٹر کے رد میں ایک رسالہ لکھا - اور اس میں اہل حدیث کا باغی نہونا بڑے زور سے ثابت کیا - اور خود اہل حدیث ہونے کا مدعی بنکر گورنمنٹ پر ظاہر کیا - کہ اہل حدیث ایسا وفادار فرقہ ہے جس کا ایک ممبر میں بھی ہوں - مگر جب بعض اہل حدیث نے مسائل مخترعہ سرسید کا خلاف مشتہر کیا - اور اس کو مسائل نیچریہ قرار دیا - تو سرسید نے برملا دعوی کیا - کہ میں نیچری میرا باپ دادا نیچری وغیرہ وغیرہ -

مرزا کے پیرو مولوی جو کسی وقت اہل حدیث کہلاتے تھے وہ بھی برائے نام اہلحدیث کہلاتے تھے - اور درحقیقت وہ ان مسایل اسلام کی وجہ سے (جو مجھول الکنہ ہیں - اور عقل انسانی اُن کے ادراک سے قاصر ہے) حدیث اور قرآن بلکہ اسلام میں شک اور تردد میں تھے - نہ ان کو اس قدر خداداد علم و فہم تھا جس کی مدد سے وہ ان مسائل کو عقل اور فلاسفہ یورپ کے مطابق کرسکتے - اور نہ مطابق حقیقی مذہب اہل حدیث کے - وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین وسلف صالحین کی تقلید یا اتباع کے عادی رہے تھے - [illegible] مگر آن [illegible] کہ دنبال راہی نرفت بہ گم کردہ راہ - اور ڈانواں ڈول تھے - پھر جب اُن کو سرسید مل گئے - تو مسائل مذکورہ اسلامیہ کی تاویل میں وہ اُن کے پیرو ہو گئے - اور جان و مال سے اُن کے انصار بن گئے - پھر جب مرزا پیدا ہوا - اور انہوں نے دیکھا کہ عقلی تاویل و تسویل میں وہ سرسید سے بڑھ کر چلتا پرزا ہے - تو مذہب اہل حدیث کو جس کی طرف بظاہر منسوب تھے خیرباد کہکر مرزائی مذہب میں داخل ہو گئے - اور بجائے اہل حدیث اہل قرآن کہلانے لگ گئے - انہی کے چیلے چانٹے چکڑالوی کے مقلد ہیں - وہ محض جاہل اور کندہ ناتراش ہونے کی وجہ سے برائے نام بھی اہل حدیث کہلانے کے مستحق نہ تھے - نہ وہ حدیث کا علم رکھتے تھے نہ کسی عقلی علم سے واقف تھے - وہ صرف علمائے اہلحدیث کی صحبت و میل جول و پیروی سے پانچوں سواروں میں داخل ہو کر اہل حدیث کہلانے لگے تھے -

اور در حقیقت بحکم العامی لا مذہب لہ یعنے عامی کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ وہ خود کوئی مذہب نہ رکھتے تھے۔ بلکہ وہ پہلے علمائے اہل حدیث کے مقلد تھے۔ اور پیچھے کر (جب کہ اُن کی بیباکیوں اور خود سریوں کی وجہ سے اُن کے علما نے اُن کی سربراہی اور اُن کی دستگیری چھوڑ دی) تو وہ **خاکی شاہ کی کتیا** کی مانند (جو جس کے جو تڑوں کو خاکستر آلودہ دیکھتے اس کے پیچھے ہو چلتے) چکڑالوی کے پیچھے ہو لئے۔ اور وہ بھی مرزائیوں کی طرح اہل قرآن کہلانے لگ گئے۔ اور اہل حدیث ہونے سے صاف منکر ہو گئے ہیں۔ اس صورت میں کوئی منصف مزاج عاقل کب کہہ سکتا ہے کہ یہ مذاہب باطلہ عقلیہ تاویلیہ مذہب اثری سلفی اہلحدیث کی شاخیں ہیں۔

شائد یہاں سوال ہوگا۔ کہ ہم نے مانا مذاہب نیچری و مرزائی و چکڑالوی مذہب اہل حدیث کی شاخیں نہیں۔ وہ عقلی مذاہب ہیں۔ اور اہل حدیث سلفی و اثری مذہب ہے۔ مگر وہ مذاہب باطلہ ترک تقلید کا نتیجہ تو ضرور ہیں۔ جو لوگ نیچری مرزائی۔ اور چکڑالوی ہو گئے ہیں۔ وہ اگر مذہب حنفی یا شافعی کے مقلد ہوتے تو کبھی نیچری۔ مرزائی۔ چکڑالوی نہ ہوتے۔ اور ترک تقلید کا مسئلہ ہندوستان و پنجاب میں علماء اہل حدیث ہی نے پھیلایا ہے۔ اور عام لوگوں سے جو حنفی مذہب کے مطابق عمل کرتے تھے حنفی مذہب چھوڑ کر لا مذہب بنا دیا۔ جب ہی وہ ڈانواں ڈول پھرتے ہیں۔ اور جو نیا مذہب نکلتا ہے اس کے پیچھے خاکی شاہ کی کتیا کی مانند چل پڑتے ہیں۔ بھلا اگر چٹو۔ یا محکم الدین اپنے پُرانے طریق حنفی پر ہوتے تو کیا ممکن تھا کہ وہ چکڑالوی بنتے اس صورت میں پھر وہ ہی الزام علماء اہل حدیث کی طرف عائد ہوتا ہے ؎ اے

باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست +

الجواب

یہ سوال اگرچہ بظاہر قوی معلوم ہوتا ہے۔ مگر در حقیقت وہم و مغالطہ ہے

اور اوھن من بیت العنکبوت یعنے مکڑی کے جالے سے بھی ضعیف تر۔

بھلا صاحب اگر چٹو۔ اور محکم الدین کو حنفی مذہب کی تقلید سے ہٹا کر علمار اہل حدیث نے چکڑالوی بنایا ہے۔ تو سراج الحق جمالی یا صابری کو حنفی مذہب اور چشتی مشرب سے کس اہلحدیث نے ہٹایا۔ اور مرزائی بنایا ہے۔ یا منشی احمد جان لدھانوی حنفی نقشبندی کے بیٹے افتخار احمد کو حنفی مذہب اور نقشبندی مشرب سے کس اہل حدیث نے ہٹایا۔ اور مرزائی بنایا ہے۔!

اے حضرات یہ مذہب سے آزادی اور خودسری وخوداجتہادی کی تیز ہوا یورپ سے چلی ہے۔ اور ہندوستان کے ہر شہروبستی وکوچہ وگلی میں پھیل گئی ہے جس نے غالبًا ہندوؤں کو ہندو۔ اور مسلمانوں کو مسلمان رہنے نہیں دیا۔ حنفی اور شافعی مذاہب کا تو کیا پوچھنا ہے۔ میں نے بعض ہند وتعلیم یافتہ کو اپنے کانوں سے یہ کہتے سُنا ہے کہ کیا مذہب سالا کھانے پینے سے کہیں جاتا رہتا ہے۔ اور ان کا یہ عمل بہت لوگوں نے دیکھا ہے کہ اُس جانور کے جن کی اُن کے مذہب میں ممانعت ہے برملا کباب کھاتے ہیں۔ اکثر تعلیم یافتہ مسلمانوں کو دیکھو وہ قطعی محرمات کو استعمال میں لاتے ہیں۔ سونا۔ اور ریشم پہنتے ہیں۔ داڑھیاں صفاچٹ کراتے ہیں۔ لبوں کا ایک بال نہیں کٹواتے۔ لباس انگریزی پہنتے ہیں۔ بہت لوگوں کو دیکھا جاتا ہے تو اُن کی صورت سے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ہندو ہیں یا مسلمان یا عیسائی۔ ایک بڑے بھاری تعلیم یافتہ کی ہم کو بسند معتبر چشم دید روایت پہونچی ہے۔ کہ اُس نے ایک گورنر کی دعوت میں خنزیر کا گوشت کھایا۔ اور اور خانساماں کی اطلاع دینے پر بھی اُس سے ہاتھ نہ اُٹھایا۔ کیا یہ آزادی کسی اہل حدیث کی تلقین کا نتیجہ ہے ؟ نہیں نہیں ہر گز نہیں۔

اب تو قیامت کا نمونہ مشاہدہ میں آتا ہے۔ کہ ہر شخص اُس امر کا مختار بن رہا ہے جس کا وہ اہل نہیں۔ ہر شخص کا مذہب اُس کی اپنی رائے واجتہاد سراپا الحاد ہے علمار اہل حدیث نے تو کسی کو بھی مذاہب حقہ آیمہ اربعہ سے نہیں ہٹایا۔ اور نہ مطلق تقلید اور

- 135

مذہب سے آزاد کیاہے۔ ہندوستان میں عمل بالحدیث کا بیج حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بویا۔ اور اُس کا پوداجمایا۔ اور ان کے ذریات آپکے خلف الرشید شاہ عبدالعزیز صاحب اور آپ کے پوتے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہید۔ اور اُن کے نواسے مولانا محمد اسحاق صاحب نے اس کو پانی دیا۔ اور آپ کے شاگرد رشید حضرت شیخنا و شیخ الکل مولانا مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے متواتر آبیاری سے اُس کو پکایا۔ اور بارآور کیا۔ اور تمام ہندوستان میں اس کا پھل تقسیم کیا۔ ان سب حضرات میں سے کسی نے بھی اپنی تقریر یا تحریر میں کسی شخص کو پیروی مذہب خاص سے نہیں ہٹایا۔ اور مطلق تقلید سے مطلق العنان نہیں کیا۔ ان حضرات نے جس تقلید سے لوگوں کو منع کیا ہے وہ دو قسم کی تقلید ہے:۔

ایک تقلید بمقابلہ نص (آیت وحدیث) ہے

دوسری تقلید شخصی [illegible] کا التزام کیا جاتا ہے اور باوجود ضرورت شدید کسی دوسرے مذہب حق کی پیروی کو جائز نہیں سمجھا جاتا۔

اس دو قسم کی تقلید سے بجز جس مذہب پر منجملہ مذاہب ائمہ اربعہ کوئی چلے اس کو ان حضرات نے نہیں روکا۔ جس کی تفصیل ہم اس مضمون کے نمبر دوم میں کرینگے۔ پھر کسی منصف مزاج کا انصاف اور ایمان اور کانشنس کب اجازت دیتاہے کہ وہ بعض آزاد منش کے بد مذہب ہوجانے پر علماء اہل حدیث کو الزام دے۔ کہ یہ بد مذہبی تمہارے مسئلہ ترک تقلید کا نتیجہ ہے۔ اور یہ کہے ؎

اے باد صبا این ہمہ آوردۂ تست

(باقی نمبر دوم مضمون میں)